جغرافیہ قرآن کے سفر ناموں میں مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ کے منہج کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of the Methodologies of Maulāna Syed Abul A'lā Modūdi And Maulāna Shir 'Ali Shāh in the Journey of Quranic Geography

ڈاکٹر کریم داد[i] سعید الحق جدون[ii] ممتاز خان[iii]

Abstract

In the historical literature of Islam, the travelogues of Qurānic land has a great importance. Because it covers the geography of the Holy Qurān and information about these regions too. Some travelogues are Exist in the Arabian Peninsula. In which the travelogue of Ibn Baṭūṭa is very famous. Regarding to the importance of the Holy places, Historians and Commentators have written regular books on the same topic. Which is a reference for an ancient books of history. In this regard Ya'qūb Ḥamavī's book "Mu'jam al Buldān", Ibn Jawzī's book "Faḍāel e al Quds", Maulāna Syed Sulaimān Nadvī's book "Arḍ ul Qurān" and Dr. Shauqi Abu Khalīl's book "Aṭlas ul Qurān" were very famous. Maulāna Syed Abul A'lā Maudūdi and Dr. Shir 'Ali Shāh also wrote travelogues on Qurānic geography. Maulānā Maudūdi remained for 50 days in the Holy places and compile his travelogue and Dr. Shir 'Ali Shāh used to perform Ḥajj and visit the holy places by land in 1966. He reached to Ḥaramīn by the way of Irān, Irāq, Jordon and Palestine. He also remained for seventeen years in Madīna Munnawara. In this period he observed all these places closely. Overall, the characteristics of these two travelogues are almost same, however in some places there are some minor differences. Therefore, in this research paper a comparative analysis of these two travelogues has been taken in detail.

Key Words: Travelogues, Dr. Shir 'Ali Shāh, Maulāna Syed Abul A'lā Modūdi

تعارف

اسلامی شریعت کے تاریخی ادب میں ارض قرآن کے سفر ناموں کو بڑی اہمیت حاصل رہی۔ یہی سفر نامے قرآن کریم

i ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

ii پی ایچ ڈی سکالر ، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

iii پی ایچ ڈی سکالر ، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، عبدالولی خان یونیورسٹی، مردان

کے جغرافیہ کے ساتھ ساتھ کسی ملک کے متعلق بہت ساری معلومات کا احاطہ کرتے ہیں۔ تاریخی پہلو سے جزیرۃ العرب کے سفر ناموں کا جائزہ لیا جائے تو ان میں کئی سفر نامے قابل ذکر ہیں۔ أبو معین الدین ناصر خسرو کا سفر نامہ جو سفر نامہ ابن بطوطہ کے نام سے مشہور ہے، کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ زکریا بن محمد القزوینی (م: 682ھ) کی آثار البلاد و أخبار العباد، محمد بن أحمد بن جبیر الکنانی کی رحلۃ ابن جبیر بھی اچھی خاصیت کی حامل ہیں۔

تاریخ مقاماتِ مقدسہ کی اہمیت کے پیش نظر مؤرخین اور علمائے تفسیر نے نہ صرف اپنی تفاسیر میں جغرافیۂ قران اور مقامات مقدسہ کے مباحث کے ضمن میں اس پر بہت کچھ لکھا ہے، بلکہ اس موضوع پر انھوں نے مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں، جو تاریخی کتب کے حوالہ جات کے ساتھ ساتھ ان کی تحقیقات اور مشاہدات کا ثمر ہے۔ اس سلسلے میں یاقوت حموی کی معجم البلدان، ابن جوزیؒ کی فضائل القدس، مولانا سید سلیمان ندویؒ کی تاریخ ارض القرآن اور دکتور شوقی ابو خلیل کی اطلس القرآن زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ اور ان جیسی دیگر کتابوں اور سفر ناموں کے مقدمات میں اس موضوع کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے، چنانچہ مولانا سید سلیمان ندویؒ اس موضوع کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اس موضوع کی اہمیت و ضرورت سے شائد کسی مسلمان کو انکار نہیں ہوگا، قرآن مجید میں عرب کے کئی قوموں، شہروں اور مقامات کے نام ہیں، جن کی ہر قسم کی صحیح تاریخ سے نہ صرف عوام بلکہ علماء تک ناواقف ہیں، اور نہایت عجیب بات یہ ہے کہ تیرہ سو برس میں ایک کتاب بھی اس مخصوص فن پر نہیں لکھی گئی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف خود مسلمانوں کو ان حالات سے ناواقفیت رہی اور دوسری طرف غیروں کو بھی انھیں فسانہ کہنے کی جرات ہوئی [1]۔

جغرافیۂ قرآن اور اقوام قرآن سے متعلقہ سرزمین کے مشاہدات اور تحقیقات پر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ نے بھی بہت اہم سفر نامے لکھے ہیں، مولانا مودودیؒ نے 1959 کو لاہور سے یہ سفر شروع کیا اور مقامات مقدسہ میں پچاس دن (10 نومبر سے 30 دسمبر تک) گزارے، حرمین شریفین اور ان کے اطراف کے علاوہ طائف اور عقبہ کے آثار کا بھی تفصیلی مشاہدہ کیا۔ پھر وہاں سے وہ اردن تشریف لے گئے، جہاں بارہ دن (30 دسمبر 1959 سے 11 جنوری 1960ء) تک قیام کر کے اردن و فلسطین کے تاریخی مقامات کی زیارت کی۔ آخر میں شام و مصر سے ہوتے ہوئے جزیرہ نمائے سینا کے تاریخی آثار دیکھے اور کویت میں ایک ہفتہ گزار کر واپس آگئے۔

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ نے بھی مولانا مودودیؒ کے سفر سے چھ سال بعد 1966ء کو خشکی کے راستے پیدل حج اور مقامات مقدسہ دیکھنے کے لئے سفر کیا۔ ایران، اردن اور عراق کے سفارت خانوں سے اجازت لے کر ان کے راستوں پر حرمین

پہنچ گئے۔ کوئٹہ سے جاتے ہوئے 26 دسمبر 1966 کو ایران میں داخل ہوئے۔ تہران میں دو دن قیام کے بعد 2 جنوری 1967ء کو عراق کے سرزمین میں داخل ہوئے۔ رمضان کا مہینہ تھا، آپ نے پورے سفر میں روزے رکھے۔ بغداد پہنچ کر یہاں قیام کیا، اور تاریخی مقامات کی سیر وسیاحت کی۔ پھر آپ بیت المقدس گئے اور وہاں پر مقدس مقامات کا مشاہدہ کیا۔ اس سفر کے سنہرے نقوش، تاریخی مقامات کے مشاہدات اور حج کے احوال آپ نے "چند دن مسجد اقصیٰ کی فضاؤں میں" اور "حرمین کی نورانی فضاؤں میں" کے عنوان سے تحریر کی ہیں اور ماہنامہ الحق میں قسط وار چھپ کر منظر عام پر آیا۔[2]

اس کے علاوہ 1972ء کو آپ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ گئے، جہاں آپ نے سترہ سال گزارے۔ اس دوران اساتذہ کی راہنمائی میں آپ نے ان تمام مقامات کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ وہاں کے مقامات مقدسہ کے بارے میں آپ کو اس قدر معلومات تھیں کہ پاکستان سے جو علماء اور محققین جاتے وہ آپؒ سے استفادہ کرتے تھے۔ 1399ھ آپ کو سعودی حکومت نے جامعہ اسلامیہ سے سولہ ساتھیوں سمیت ان مقدس مقامات اور قدیم کتب خانوں کو دیکھنے کے لئے بھیجا گیا۔ آپ نے یہ سفر کر کے قدیم کتب خانوں اور مخطوطات کے علاوہ ارض قرآن اور مقاماتِ مقدسہ کا مشاہدہ کیا، تاہم اس سفر کے احوال قلمبند نہیں ہیں، کچھ احوال آپ کے خودنوشت غیر مطبوعہ سوانح حیات میں موجود ہیں، جن سے اس آرٹیکل میں استفادہ کیا گیا ہے۔

مجموعی لحاظ سے ان دونوں سفر ناموں کے خصائص تقریباً ایک جیسے ہیں، تاہم بعض مقامات میں ایک دوسرے سے معمولی نوعیت کا فرق پایا جاتا ہے، اس لئے اس آرٹیکل میں ان دونوں سفر ناموں کے منہج کے تناظر میں دونوں محققین کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ تاہم منہج لکھنے سے پہلے مولانا شیر علی شاہؒ کی مختصر سوانح پیش کی جاتی ہے، جب کہ مولانا مودودیؒ محتاج تعارف نہیں ہیں، اس لئے ان کی سوانح سے صرف نظر کی جاتی ہے۔

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کا تعارف

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کی ولادت 11 شعبان المکرم 1349ھ/ 31 دسمبر 1930ء کو بروز جمعرات خیبر پختونخوا کے مشہور علمی اور تاریخی مقام اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ میں سادات کی علمی اور مذہبی خاندان میں ہوئی۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کے والد کا نام حضرت مولانا سید قدرت شاہ ہے، جو "غازی ملا" کے نام سے مشہور تھے۔ مسجد اعظم گڑھ اکوڑہ خٹک کے امام اور خطیب تھے اور عرصہ دراز تک خدمات سرانجام دیں۔ شیخ الحدیث مولانا عبد الحق کے خصوصی رفقاء میں سے تھے[3]۔

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ نے ناظرہ قرآن اور ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے والد ماجد مولانا قدرت شاہ سے حاصل کی[4]۔

جب 1938ء میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحقؒ نے اکوڑہ خٹک میں بچوں کی تعلیم و تربیت کیلئے "انجمن تعلیم القرآن" سکول کی بنیاد ڈالی، تو مولانا شیر علی شاہؒ کو اپنے والد نے اس سکول میں داخل کروایا[5]۔ مدرسہ انجمن تعلیم القرآن، دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کی اولین شکل تھی۔[6] مدرسہ "انجمن تعلیم القرآن" کے پرائمری سیکشن کی کامیابی کے بعد اس میں "شعبہ عربی" کا بھی اجراء کیا گیا، جہاں آپ نے داخلہ لیا اور مزید تعلیم حاصل کی[7]۔

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہؒ نے کنز الدقائق اپنے ماموں مولانا سید مبارک شاہؒ سے پوری تحقیق کے ساتھ پڑھی، فارسی نظم میں زلیخا کی کتاب حضرت شیخ نے اکوڑہ خٹک کے حاجی عبد الرحیم سے پڑھی اور کافیہ شیخ الحدیث مولانا عبد الحقؒ سے پڑھی[8]۔ گاؤں ایلئی ضلع بونیر میں مولانا منصور احمد المعروف اصولی باباجیؒ سے ہدایہ آخرین اور اصول فقہ کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اگست 1950ء بمطابق شوال 1369ھ کو آپ دار العلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی گئے، جہاں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ سے ملا حسن، مطول اور تفسیر قرآن مجید پڑھ لی۔ 25 شوال 1372ھ کو آپؒ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور تشریف لے گئے اور وہاں کے اکابر مفتی محمد حسنؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے دروس سے مستفید ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ میں بخاری شریف کی کتاب الایمان، کتاب العلم اور سنن ترمذی کی کتاب الطہارۃ شیخ الحدیث مولانا ادریس کاندھلوی سے پڑھیں۔ چند مہینے گزارنے کے بعد شوال 1366ھ کو دار العلوم حقانیہ میں داخل ہوئے اور یکم رمضان 1373ھ بمطابق 1953ء کو آپ نے دورۂ حدیث میں پہلی پوزیشن کے ساتھ سند فراغت حاصل کی، آپؒ کو دار العلوم حقانیہ سے 80 نمبر سند دی گئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دار العلوم حقانیہ سے آپؒ سے پہلے 79 حضرات سندِ فراغت حاصل کر چکے تھے[9]۔

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ نے تفسیر میں تین شخصیات سے استفادہ کیا۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حافظ الحدیث حضرت مولانا عبد اللہ درخواستیؒ۔[10] مشہور مناظر مولانا لال حسین اخترؒ سے رد قادیانیت و ملاحدہ وعیسائیت کے اسباق بھی لیے اور بعد میں اس قسم کے مختلف مناظروں میں شرکت بھی کی[11]۔

فراغت کے بعد دار العلومِ حقانیہ اکوڑہ خٹک میں اٹھارہ سال تدریس کرنے کے بعد آپ رمضان 1972ء کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ گئے اور وہاں ان کو کلیۃ الشریعہ میں داخلہ لیا۔[12] چار برس تک پڑھنے کے بعد اس سے فراغت حاصل کی[13]۔ اس کے بعد ماجستیر میں داخلہ لیا۔ ایم اے میں آپؒ نے تفسیر سورۃ الکھف کو اپنا موضوعِ تحقیق بنایا تھا۔ جس میں آپ کے مشرِف ابو بکر الجزائری تھے[14]۔ آپؒ نے جب ماجستیر کی تکمیل کی اور مقالہ جمع کیا، تو جامعہ میں دکتوراہ (پی ایچ۔

ڈی) بھی شروع ہو گیا، جس میں آپ کو داخلہ مل گیا۔ تفسیر حسن بصری کی تحقیق و مراجعت پر انھوں نے کام کیا، جس کی وجہ سے جامعہ اسلامیہ نے ان کو گول میڈل کے اعزاز سے نوازا۔ 4 جمادی الاولیٰ 1408ھ کو آپ کا مناقشہ ہوا اور پی ایچ۔ ڈی کی تکمیل کی[15]۔

پی ایچ ڈی کے بعد آپ نے دار العلوم کراچی میں تدریس شروع کی۔ ایک سال بعد آپ کا تبادلہ دار العلوم احسن العلوم کو ہوا، اور پھر دار العلوم منبع العلوم میران شاہ کے مہتمم کے مطالبے پر آپ کا تبادلہ وہاں ہوا۔ آخر 1996ء کو مولانا سمیع الحقؒ کی درخواست پر سعودی سفیر نے آپ کو دار العلوم حقانیہ میں مدرس مقرر کیا اور تاحیات آپ یہاں پڑھاتے رہے۔[16] طویل عرصہ خدمات انجام دینے کے بعد 30 اکتوبر 2015ء کو اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے[17]۔

دونوں سفر ناموں کا تقابلی مطالعہ

مولانا مودودیؒ اور مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کا جغرافیہ قرآن کی تحقیق و زیارت کے لیے کیے گئے ان اسفار کی روداد پر مشتمل یہ سفر نامے سرزمینِ انبیاء کی تفصیل، اقوامِ قدیمہ کی سرگزشت اور ان کے مساکن کے آثار اور عرب کی تہذیب وتمدن وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس سفر سے مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ کا بنیادی مقصد ارض قرآن کی تحقیق کرنا تھا۔ مولانا مودودیؒ عمان ریڈیو کے اُردو پروگرام میں ایک سوال کے جواب میں یہی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "اس سفر سے میرا مقصد انبیاء علیہم السلام کے آثار اور ان تاریخی مقامات کو دیکھنا اور سمجھنا ہے جن کا ذکر قرآن پاک یا سیرت کی کتابوں میں ہوا ہے۔ میں ان دنوں تفہیم القرآن کے نام سے قرآن مجید کی ایک تفسیر لکھ رہا ہوں۔ اس تفسیر کی تیاری کے دوران میں نے یہ محسوس کیا کہ قرآن کے بہت سے مقامات کو آدمی اس وقت تک اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا، جب تک ان علاقوں اور مقامات کو دیکھ نہ لے، جن کا قرآن پاک میں ذکر ہوا ہے۔ اس وجہ سے میں نے یہ سفر کیا ہے۔[18]"

مولانا شیر علی شاہؒ کا مقصد ان مقامات کی زیارت کے ساتھ ساتھ حج بھی تھا۔ پہلی دفعہ آپ حج کے لئے گئے۔ اس سفر میں آپ نے راستے میں ارض قرآن کا مشاہدہ کیا۔ پھر 1972ء کو تعلیم کے لئے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ گئے۔ وہاں پر سترہ سال رہ کر ایک ایک مقام کا قریب سے مشاہدہ کیا۔ اس لئے مولانا مودودیؒ صرف ارض قرآن کے مشاہدے کے لئے گئے تھے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ پہلی دفعہ حج کے لئے، جب کہ دوسری دفعہ تعلیم کے لئے گئے اور اس ضمن میں ان مقامات کا مشاہدہ بھی ہوا۔ اس کے علاوہ مولانا شیر علی شاہؒ نے بعض مقامات کے مشاہدے اور تحقیق کی نیت سے بھی سفر کیا، مثلاً اصحاب

کہف کی غار کے لئے خصوصی طور پر دمشق گئے اور ترسوس کے مقام پر غار کا مشاہدہ کیا۔ اسی طرح ارض مقدسہ شام، فلسطین اور اردن میں قرآنی آثار اور سرزمین انبیاء کے مشاہدے کے لئے آپ کو جامعہ اسلامیہ نے آپ کی درخواست پر بھیج دیا تھا۔ جس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نے جامعہ اسلامیہ کے رئیس کو درخواست دی، کہ ہمیں ارضِ مقدسہ کے ان تاریخی مقامات کی زیارت کے لئے بھیج دیا جائے، چنانچہ انھوں نے میری درخواست کو منظور کیا اور سولہ سکالرز کی ایک جماعت کو ان مقامات کی تحقیق اور مشاہدے کے لئے بھیج دیا، ہم نے وہاں جا کر مختلف تاریخی مقامات کا قریب سے مشاہدہ کرنے کے ساتھ ساتھ شامی مکتبوں اور مخطوطات کو بھی دیکھا"۔

مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ کے یہ سفر نامے متعدد پہلوؤں اور امتیازی خصوصیات کی وجہ سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ دونوں محققین کا منہج زیادہ تر ایک جیسا ہے، تاہم بعض مقامات پر کچھ فرق محسوس ہوتا ہے۔ ان تاریخی سفر ناموں کے چند اہم پہلو حسب ذیل ہیں۔

تحریر و تحقیق کے منہج کا تقابل

مولانا مودودیؒ نے اس سفر میں جدید حالات کو مد نظر رکھ کر کیمرے اور تصاویر کا بندوبست کیا ہے، جس سے اس سفر نامے کے مقامات کو سمجھنے میں اگر ایک طرف قارئین کے لئے آسانی ہے تو دوسری طرف پڑھنے والوں کی دلچسپی کا باعث ہے۔ مولانا مودودیؒ اس سفر میں جہاں بھی گئے تو آپ کے ساتھ آپ کے معاون عاصم الحداد تھے، جس نے کیمرے سے اکثر مقامات اور مساجد کی تصاویر لے کر اس کتاب میں شامل کی ہیں، جس سے کتاب کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ اس کے برعکس مولانا شیر علی شاہؒ نے تصاویر کا اہتمام نہیں کیا، بلکہ صرف ان مقامات کے بارے میں مشاہدات لکھے ہیں۔ اس حوالے سے مولانا مودودیؒ کا سفر نامہ مولانا شیر علی شاہ مدنیؒ کے سفر نامے سے ممتاز نظر آتا ہے۔

اگر لکھنے کے حوالے سے دونوں سفر ناموں کا جائزہ لیا جائے تو مولانا شیر علی شاہؒ نے یہ سفر نامہ خود لکھا ہے، جب کہ مولانا مودودیؒ کا سفر نامہ اس کے معاون عاصم الحداد نے لکھا ہے۔ اس اعتبار سے اول الذکر سفر نامہ دوسرے کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔

مولانا مودودیؒ نے سفر نامہ لکھ کر کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کیا، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے لکھ کر ماہنامہ "الحق "اکوڑہ خٹک میں قسط وار شائع کیا اور کتابی شکل میں چھپائی کا کوئی بندوبست نہیں کیا۔ جس کی وجہ سے مولانا مودودیؒ کے سفر نامے سے بہت سے لوگ مستفید ہوئے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ کے سفر نامے سے مخصوص حلقہ مستفید ہوا۔ پہلی دفعہ اس سفر نامے کو مولانا محمد طیب نے مولانا شیر علی شاہؒ کی علمی تقاریر کے ساتھ "گنجینہ علم و عرفان" کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا، اور اب آپ کی وفات کے بعد مولانا انس حقانی نے ان سفر ناموں کو "**انبیاء کے دیس میں**" کے نام سے اور نور اللہ فارانی نے "مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنیؒ کے دلچسپ سفر نامے" کے نام سے مستقل کتابی شکل میں شائع کیا۔

مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ کے ارض قرآن کے حوالے سے فہم و معلومات کے تقابل کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا مودودیؒ نے جب سفر نامہ ارض قرآن لکھا ہے تو اس کے بعد سعودی عرب بہت کم گئے ہیں۔ ان کے مشاہدات صرف ایک دفعہ دیکھنے تک محدود ہیں، جب کہ مولانا شیر علی شاہ نے جب سفر نامہ لکھا تو گویا یہ پہلی دفعہ حج کے احوال تھے، اس کے بعد آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں سترہ سال گزارے جس کی وجہ سے آپ سعودی عرب کے مقدس مقامات میں سے ایک ایک مقام کے جغرافیے اور اس کے محل وقوع سے مقامی لوگوں کی طرح واقف تھے۔ اس کے علاوہ شام، اردن اور فلسطین کے مقدس مقامات دیکھنے کے لئے بھی مولانا مودودیؒ ایک دفعہ گئے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ پہلی دفعہ حج کے لئے جاتے ہوئے گئے تھے، جب کہ دوسری دفعہ جامعہ اسلامیہ سے تحقیقی وفد کے ساتھ گئے تھے۔ لیکن اس حوالے سے آپ نے دوبارہ کچھ لکھ کر شائع نہیں کیا ہے، تاہم دروس میں اس کے احوال سناتے تھے اور آپ کے غیر مطبوع خود نوشت سوانح میں بھی کچھ مواد ملتے ہیں۔ اس لئے مولانا مودودیؒ کی نسبت مولانا شیر علی شاہؒ کی معلومات زیادہ مستند ہیں۔

دونوں سفر ناموں کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بعض مقامات کے بارے میں مولانا شیر علی شاہؒ نے جو کچھ لکھا ہے تو مولانا مودودیؒ نے اس بابت کچھ بھی نہیں لکھا ہے، مثلاً قلعہ جالوت، اصطبل سلیمان علیہ السلام وغیرہ۔ اس طرح مولانا مودودیؒ نے ایسی جگہوں کی تحقیق کی ہے جس کے بارے میں مولانا شیر علی شاہؒ نے کچھ نہیں لکھا ہے، مثلاً قاہرہ کا میوزیم اور اس کے تاریخی آثار، نخلستان فاران، روشن جھاڑی وغیرہ۔ اس حوالے سے دونوں سفر ناموں کی اپنی اپنی خصوصیات اور امتیازات ہیں، جس کی وجہ سے کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہیں دی جاسکتی ہے۔

تمدن عرب کی عکاسی میں منہج

ان دونوں سفر ناموں سے عربوں کے رسم ورواج، عادات واطوار، معاملات ومعاشرت اور اشیائے خورد ونوش بالخصوص ان کے کھانوں کا پتہ لگتا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے زیادہ تر معاشرت پر زور دیا ہے اور ان کے معاشرتی پہلوؤں کو واضح کیا ہے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے ان کے اقتصادیات اور ماکولات ومشروبات میں ان کے طرز زندگی کو نمایاں طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سفر ناموں سے عربوں کی پوری سماجی زندگی کی بھرپور عکاسی ہوتی ہے، جس کی چند مثالیں بطور استدلال پیش کی جاتی ہیں: مثلاً مولانا مودودیؒ کے سفر نامے میں ایک جگہ لکھا ہے:

"خیبر کے بازاروں میں بہت ہی کم بے پردہ عورتیں گھومتی نظر آئیں، بے پردہ عورتیں یا تو امریکن تھیں یا کچھ شامی، فلسطینی، مصری اور لبنانی۔ یہ سب امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ڈنڈے کا اثر ہے کہ کوئی مقامی عورت پردہ کئے بغیر بازار میں نہیں نکل سکتی[19]۔"

سعودی عرب کے مفتی اعظم نے مولانا مودودیؒ کو دعوت دی۔ کھانے کے وقت دستر خوان پر کئی موضوعات پر بحث ہوئی جس سے عربوں کے تمدن کا اندازہ ہوتا ہے۔ مفتی صاحب نے مولانا مودودیؒ سے فرمایا:

"ہمارے نجد میں بعض دیگیں اتنی بڑی ہیں کہ ان میں تین اونٹ ایک ساتھ پکائے جا سکتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے فرمایا: غالباً یہ دیگیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت سے چلی آ رہی ہوں گی۔ اس دعوت میں ایک اور لطیفہ یہ رہا کہ استاد عبدالحکیم عابدین دستر خوان پر مولانا کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ عربوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے مہمان کے سامنے گوشت کے ٹکڑے کاٹ کاٹ کر ڈالتے رہتے ہیں، استاد عبدالحکیم عابدین نے بکرے کی سری سے آنکھ نکالی اور مولانا سے پوچھا آپ اسے کھانا پسند فرمائیں گے؟ مولانا نے جُھرجُھری لی اور یہ تحفہ لینے سے معذوری ظاہر کی۔ معلوم ہوا کہ عربوں کے ہاں آنکھ بڑا ہی مزیدار تصور کیا جاتا ہے اور اسے بڑے شوق سے کھایا جاتا ہے۔ ہمارے لئے یہ چیز بڑی حیرت انگیز تھی"

مولانا مودودیؒ نے عرب کے مزاج اور عادات واطوار کو بہت ہی مختصر ذکر کیا ہے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے تفصیل سے ایک ایک چیز کو ذکر کیا ہے۔ اسی طرح مولانا شیر علی شاہؒ نے عربوں کے اسباب معیشت اور اشیائے خورد ونوش کے بارے میں تفصیلی کلام کیا ہے، جب کہ مولانا مودودیؒ نے اس حوالے سے کچھ نہیں لکھا ہے۔

عرب کی مہمان نوازی اور پسندیدہ کھانوں کے تذکرے کا اسلوب

مولانا مودودیؒ اور مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ نے ان سفر ناموں میں عربوں کے پسندیدہ کھانوں، سبزیاں اور فروٹ کی پیداوار اور استعمال کو بہت خوبصورت انداز میں بیان فرمایا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے اس کے لئے ایک مستقل عنوان قائم کیا ہے۔ اس طرح مولانا

شیر علی شاہؒ نے بھی کئی صفحات لکھے ہیں۔ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے اپنے سفر نامے میں عام ہوٹلوں اور عام لوگوں کے کھانوں کا ذکر فرمایا ہے، جب کہ مولانا مودودیؒ نے شاہی مہمان خانوں اور شاہی کھانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ مفتی اعظم کی دعوت میں شرکت اور ان کے کھانے کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"وہاں ایک بہت بڑی سینی میں چاولوں پر پورا بکرا پکا کر رکھا ہوا تھا۔ مولانا نے تعجب سے پوچھا کہ پورا سالم بکرا کیسے پکا لیا جاتا ہے؟ مفتی صاحب نے جواب دیا کہ سالم بکرا پکانا تو کوئی چیز ہی نہیں، ابھی دو سال ہوئے حجاز کے کسی مقام پر بادشاہ کی دعوت میں ایک سوڈانی باورچی نے سالم اونٹ پکا کر پیش کیا تھا۔ مولانا نے فرمایا: اگر ہاتھی حلال ہوتا تو عرب کے باورچی شائد اسے بھی سالم پکاتے[20]۔"

مولانا شیر علی شاہؒ عرب کے پسندیدہ کھانوں کو موضوع بحث بناتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"عرب چاول، بھنا ہوا گوشت، پنیر، اچار اور ترش چیزیں بہت پسند کرتے ہیں، حمص یہاں کا مشہور سالن ہے، جو چنے کو پکانے کے بعد خوب پیس کر روغنِ زیتون اور ترشی کے ملانے سے بنتا ہے[21]۔"

عرب کی اچھی عادات اور خوش اخلاقی کے ذکر خیر کا منہج

عرب قوم کی بے شمار خصوصیات ہیں۔ ان کی خصوصیات کو تاریخ نے سنہری الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ نے ان سفر ناموں میں اچھی عادات اور خصوصیات کے حوالے سے کئی مقامات پر لکھا ہے۔ مولانا مودودیؒ عربوں کا مہمان کے لئے استقبال کی کیفیت کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دراصل عربوں کے ہاں مہمان کے استقبال اور تواضع کے جو اصول ہیں ان میں "القادم یزار" کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ یعنی یہ کہ پہلے مہمان سے اس کی جائے قیام پر جا کر ملاقات کی جائے اور پھر اسے اپنے ہاں بلایا جائے[22]۔"

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کے استقبال کے لئے عام لوگ جمع ہوتے تھے، جب کہ مولانا مودودیؒ کے استقبال کے لئے بڑے بڑے عہدیدار کھڑے ہوتے تھے۔ اس لئے مولانا مودودیؒ نے زیادہ تر وزیروں اور مشیروں کے استقبال پر بات کی ہے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے عوام اور علماء کی خیر مقدمی کا ذکر کیا ہے۔ مولانا شیر علی شاہ حبرون کے لوگوں کی عادات واطوار اور ان کی خوش اخلاقی اور مہمانوں کے ساتھ اچھے سلوک کا ذکر خیر کرتے ہیں:

"قریہ خلیل کی آبادی تیس ہزار سے متجاوز ہے۔ خلیل کا قدیمی نام حبرون ہے۔ یہاں کے لوگ انتہائی خوش اخلاق اور دیندار ہیں۔ یہاں کے عربوں میں وہی اخلاق پائے جاتے ہیں، جو ان کے آباؤ واجداد کے متعلق کتابوں نے بیان کئے ہیں۔ حرمین

شریفین کے بعد تمام بلادِ عربیہ میں یہ واحد بستی ہے، جس میں نہ مسیحی ہیں اور نہ مسیحیوں کے مدارس و کنائس۔ نہ یہاں سینما ہے اور نہ فحاشی و عریانی کے ایمان سوز مناظر۔ جس جگہ بھی آپ جائیں، وہاں کے باشندے آپ کو أهلاً وسهلاً سے خوش آمدید کہیں گے۔ ویسے تو اردن کے تمام باشندے پاکستانیوں سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ پاکستانی فوج اور پاکستانی عوام کی جرأت وشجاعت کی داد دیتے ہیں، مگر خلیل کے باشندے ملنساری اور حلیم المزاجی میں سب سے آگے ہیں۔ واقعی یہ اہل خلیل ہیں۔ عربوں کی فصاحت اور بلاغت اور حلاوتِ زبان کا اندازہ یہاں آکر محسوس ہوتا ہے [23]۔"

مولانا مودودیؒ کی بڑی عزت و تکریم کی گئی۔ سفر نامہ ارض قرآن میں جگہ جگہ عربوں کی مہمان نوازی کا تذکرہ بار بار آیا ہے۔ جس طرح مولانا شیر علی شاہؒ نے حبرون کے کلمات خوش آمدید کے بارے میں لکھا ہے، اسی طرح مولانا مودودیؒ نے بھی اہل نجد کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

"اہل نجد کی عادت ہے کہ وہ اپنے مہمان اور ملنے والے سے بار بار کیف حالکم کہتے ہیں اور عساکم طيّبين، عساكم بخير کے اس قدر پے در پے سوالات کرتے ہیں کہ ایک غیر عرب حیران رہ جاتا ہے۔ مزید یہ کہ بات بات پر وہ اپنے مخاطب کو دعائیں دیتے ہیں [24]۔"

ہوٹلوں اور مسافر خانوں کی صورتحال لکھنے کا انداز

مولانا مودودیؒ اور مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ نے ان سفر ناموں میں ارض قرآن کے مختلف تاریخی بستیوں میں کئی مسافر خانوں اور ہوٹلوں کے نام لکھے ہیں۔ ان مسافر خانوں کے مختلف معیارات، مسافروں کے قیام اور مقام کے علاوہ ان کے مقصد کو بھی واضح کیا ہے۔ اسی طرح انھوں نے اس سفر نامے میں ان مسافر خانوں کے کرایوں کا بھی ذکر کیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ دونوں محققین نے عربوں کی تہذیب و تمدن کو لکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے، تاکہ اس حوالے سے کوئی بات تشنہ نہ رہے۔ چنانچہ مولانا شیر علی شاہؒ وہاں کے مسافر خانوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مسافر خانوں کو زاویہ کہتے ہیں، یہاں کئی زاویے ہیں۔ زاوية الأتراك، زاوية المغاربة، زاوية الفرس، زاوية الهنود وغیرہ، شیخ عبداللہ افغانی متولی زاویہ افغانیہ سے ملاقات ہوئی، معلوم ہوا کہ یہاں کے تمام کمرے افغانیوں سے بھرے ہوئے ہیں، جو خشکی کے راستے افغانستان سے حج کے ارادہ سے آئے ہیں، اور یہاں مقامات مقدسہ کی زیارت کی خاطر چند دن قیام پذیر رہیں گے۔ چونکہ یہ زاویہ مسجدِ اقصیٰ کے بہت قریب ہے، اس لیے مجھے شیخ عبدالقدوس قندہاری نے مشورہ دیا تھا کہ یہاں جگہ کی تلاش مفید ہوگی، مگر مجھے زاویہ افغانیہ میں جگہ نہ مل سکی، مجبوراً زاويه هنديه کی طرف روانہ ہوا۔ اس میں دو قسم کے کمرے ہیں اگر اپنے بستر کو فرش زمین پر ڈال کر رہنا چاہیں، تو ایک شلن (پانچ گرش) چارج ہوگا اور اگر زاویہ کی چارپائی اور بستر

استعمال کریں، تو تین شلن (پندرہ گرش) دینا ہوگا۔ پاکستانی سو روپیہ کے نوٹ پر اسی، بیاسی، شلن ملتے ہیں۔ یہاں نوٹ دینار کے استعمال ہوتے ہیں۔ ایک دینار میں بیس شلن ہوتے ہیں۔ یہاں کے نوٹوں پر یہاں کے بادشاہ ملک حسین کے فوٹو ہیں[25]۔"

ہوٹلوں میں لوگوں کے طور طریقوں اور عادات واطوار پر بات کرتے ہوئے مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ فرماتے ہیں:

"سورج طلوع ہونے کے بعد مغربی جانب کے ایک ہوٹل میں چائے نوشی کے لیے گیا، جہاں کافی مقامی عرب بیٹھے حقّہ نوشی اور گپ شپ میں مصروف تھے۔ یہاں حقّہ نوشی کا بہت زیادہ رواج ہے[26]۔"

مولانا مودودیؒ تو شاہی مہمان تھے، اس لئے ان کو جو مقامات ملے وہ بڑے بڑے ہوٹل اور شاہی مہمان خانے تھے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ ایک عام محقق کی حیثیت سے گئے تھے، اس لئے عام ہوٹلوں میں رہا کرتے تھے۔ مولانا مودودیؒ کے بیان سے ان کے شاہی مہمان خانوں اور اعلیٰ پائے کے ہوٹلوں کی کیفیت کا اندازہ ہوتا ہے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ کے سفر نامے سے عام ہوٹلوں اور مسافر خانوں کے حال واحوال کا اندازہ ہوتا ہے۔ ریاض میں ایک ہوٹل کے احوال سناتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"زہرۃ الشرق ریاض کا سب سے شاندار ہوٹل ہے۔ اس کی سب سے شاندار سڑک شارع المطار پر واقع ہے۔ اس کے تمام کمرے گرمی اور سردی دونوں موسموں میں ایر کنڈیشنڈ ہیں۔ اس میں ایک دن قیام کا کرایہ 60 ریال فی کس ہے۔ شان وشوکت اور خوبصورتی کے لحاظ سے اس کے پائے کا ہوٹل کم از کم میرے اندازے کے مطابق نہ پاکستان میں ہے نہ مصر، شام اور عراق میں[27]"

تعلیمی اداروں پر مغربی اثرات کی روداد کا اندازِ بیان

مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ دونوں نے عرب کے تعلیمی اداروں کا ذکر کیا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے ان اداروں کے انتظامی اور تعلیمی امور کو موضوع بحث بنایا۔ اس کے ساتھ ساتھ مختصراً ان اداروں کے طلبہ اور اساتذہ پر مغرب کے اثرات کو بھی لکھا ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

"یونیورسٹی کے طلبہ کے بارے میں ہمیں یہ معلوم ہو کر سخت دکھ ہوا کہ ان میں کیمونزم اور دوسرے ملحدانہ نظریات کا اچھا خاصا عنصر پایا جاتا ہے، اور وہ اکثر دین اور اس کے صریح احکام کا مذاق اڑاتے رہتے ہیں[28]۔"

مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے بھی عرب ممالک میں جہاں گئے ہیں، وہاں عربوں پر مغربی تعلیم کے اثرات دیکھے ہیں، اور اس سفر نامے میں اس کا رونا رویا ہے۔ ایک جگہ عربوں پر مغربی اثرات کو دردناک انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دیہاتی عورتوں کا لباس تو قدرے پردے کا ہے، مگر شہری عورتوں کا لباس بالکل یورپی ہے۔ کالجوں کی لڑکیاں عموماً مردحجام سے

سر کے بال بنواتی ہیں۔اور لڑکے عورت حجام سے حجامت کرواتے ہیں۔مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کے ہمہ گیر سیلاب نے اس مقدس شہر کے مسلمانوں کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔دینی علوم سے بے تعلقی اور اجنبی تہذیب سے شغف کا کچھ اندازہ اس سے لگتا ہے کہ صرف اردن اور سعودی عرب کے پچاس ہزار نوجوان، فرانس امریکہ اور برطانیہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اور دشمنان اسلام کی زہریلی آغوش تربیت میں تمدن و تہذیب سیکھ رہے ہیں۔ان یورپی تہذیب یافتگان کی اسی فیصد لوگ وہاں کی مسیحی عورتوں سے شادی کر کے آتے ہیں۔ان ایمان اور حیاء سوز یونیورسٹیوں سے فارغ شدہ نوجوانوں کو دیکھ کر چھوٹے بچوں پر بھی انگریزی اور فرانسیسی زبان کا بھوت سوار ہو جاتا ہے۔انتہائی صدمہ ہوتا ہے کہ اپنے عرب نوجوان بھائیوں کی صورت و سیرت، وضع قطع، لباس، خورد و نوش کے طریقے یورپی استادوں کی طرح ہیں، ان پلید ملکوں سے بند ڈبوں میں درآمد شدہ گوشت، مچھلی، بغیر ذبح شدہ مرغ، انڈے، مربّے، اچار، پنیر، دودھ، دہی، مکھن و دیگر اشیاء یہاں استعمال ہوتے ہیں[29]۔"

عرب کے میڈیا پر تبصرے کا انداز

ان سفر ناموں میں عرب ممالک کے حکومتی اداروں کے مختلف امور اور اختیارات کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔ عرب کے شعبہ ابلاغ کے حوالے سے مولانا شیر علی شاہؒ نے صرف تبصرہ کیا ہے، جب کہ مولانا مودودیؒ نے باقاعدہ ان کے نشریاتی اداروں کو انٹرویوز بھی دیئے۔مولانا شیر علی شاہؒ نے اردن کے میڈیا کی اختیارات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا:

"یہاں صحافت شاہی حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ایک ادارہ ادارۃ التحریر کے نام سے قائم ہے جس کی اجازت کے بغیر اخبارات ایک حرف بھی شائع نہیں کر سکتے۔اتفاقاً ہمیں (پاکستانی حجاج کے ساتھ) سعودی ویزا حاصل کرنے میں اردنی حکومت کے تعاون اور حسن سلوک کے سلسلے میں شکریہ ادا کرنے کے لیے اخبارات کے دفاتر میں جانا پڑا۔بیت المقدس سے شائع ہونے والے تینوں اخبارات، فلسطین، الدفاع اور الجہاد کے ایڈیٹروں نے معذرت کی اور ہمیں مشورہ دیا کہ ادارۃ التحریر سے اجازت حاصل کر لیں۔ان کی اجازت کے بغیر ایک حرف بھی شائع نہیں ہو سکتا[30]۔"

مولانا مودودیؒ نے جدہ ریڈیو کے ذمہ دار عبداللہ عباس ندوی کو انٹرویو دیا، جو تقریباً دو صفحات پر مشتمل ہے۔اسی طرح عملان ریڈیو کے اُردو پروگرام کو بھی آپ نے انٹرویو دیا، جس کی تفصیل اس سفر نامے میں موجود ہے۔[31] مولانا مودودیؒ نے وہاں کے میڈیا کو عملاً انٹرویوز دے کر اپنا اظہار مافی الضمیر کیا۔اسی طرح ان کے میڈیا نے مولانا مودودیؒ کے پروگراموں کو نشر کیا، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے صرف اس کا مشاہدہ کیا اور عملی طور پر ان کے کسی پروگرام میں شریک نہ ہو سکے اور نہ ہی ان کے میڈیا نے آپ کا کوئی پروگرام نشر کیا۔

اہم علمی اور سیاسی شخصیات سے ملاقات کے تبصرے کا انداز بیان

مولانا مودودیؒ نے بہت اہم لوگوں سے ملاقاتیں کی ہیں۔ مختلف ممالک کے بادشاہوں، وزیروں اور سفراء کے علاوہ عرب کے مشہور علماء اور قضاۃ سے ملاقاتیں کیں۔ امیر عبدالرحمان، شیخ عبدالعزیز بن باز اور شاہ حسین وغیرہ، جس کا تذکرہ ان کے سفر نامے میں موجود ہے۔ امیر عبداللہ بن عبدالرحمان سے ملاقات کی روداد سناتے ہوئے مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں:

"اس کے بعد ہم امیر عبدالرحمان کے ہاں پہنچے، وہ اپنے قصر میں موجود تھے۔ انھوں نے نہایت تپاک سے ہمارا استقبال کیا، اور پاکستان وہندوستان کے مسائل پر گفتگو کرتے رہے[32]۔"

مولانا شیر علی شاہؒ نے بھی اس سفر میں مختلف علماء سے ملاقاتیں کیں، تاہم جس قدر حکومتی عہدیداروں سے مولانا مودودیؒ نے ملاقاتیں کیں اس قدر حکومتی عہدیداروں سے مولانا شیر علی شاہؒ نے ملاقاتیں نہیں کیں، تاہم مولانا شیر علی شاہ نے بھی اہم علمی شخصیات سے ملاقاتیں کی ہیں۔ مولانا شیر علی شاہؒ بھی جس شہر میں بھی پہنچے وہاں کے علماء نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔ عقبہ، اردن، شام اور بیت المقدس میں جہاں گئے، وہاں انھیں معزز مہمان کی حیثیت دی گئی، جس کا آپ نے کئی مقامات پر تذکرہ کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"جمعہ کی نماز مسجد صخرہ میں پڑھی۔ یہاں کے قاضی القضاۃ استاد عبداللہ غوشہ نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق پر تقریر کی۔ استاد عبداللہ غوشہ قدس کا باشندہ ہے اور عمان کے محکمہ قضاء کا بڑا قاضی ہے۔ اور خطبہ غالباً یہاں کے بڑے عالم یاسین صادق البکری نے دیا۔ قاضی عبداللہ غوشہ کے ساتھ میری ملاقات عمان میں ان کے محاکم شرعیہ کے دفتر میں ہوئی تھی۔ مجھے پاکستانی سفارت خانہ کے چیف سیکرٹری نے کہا کہ مجھے قاضی عبداللہ غوشہ سے ضروری کام کے سلسلہ میں ملنا ہے، آپ میری ترجمانی کریں، چنانچہ میں نے ان کی ترجمانی کی۔ قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھ سے پاکستان کے احوال و کوائف کے بارے میں پوچھنے لگے۔ دینی مدارس اور علماء کرام کے حالات سے حد درجہ خوش ہوئے اور دُعائیں دینے لگے[33]۔"

عجائب گروں اور تاریخی آثار کے مشاہدات کی تحریر میں منہج

ان سفر ناموں میں ایک اہم اور دلچسپ چیز تاریخی آثار بالخصوص عجائب گھروں کے مشاہدات کا بیان ہے۔ مولانا مودودیؒ فلسطین کے میوزیم کی سیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس میوزیم میں اس سرزمین کی قدیم تاریخ سے لے کر آج تک کے آثار جمع کئے گئے ہیں[34]۔"

مولانا شیر علی شاہؒ نے بھی کئی عجائب گھروں کا مشاہدہ کر کے وہاں کے آثار دیکھے اور ان کے بارے میں اپنے سفر نامے میں لکھا ہے۔ فرق یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ کے سفر نامے میں ان آثار کے بارے میں انتہائی اختصار سے کام لیا گیا ہے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے تفصیل کے ساتھ ایک ایک چیز کے بارے میں لکھا ہے۔ مولانا شیر علی شاہؒ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پوتے کے ہاتھ سے لکھے ہوئے قرآن مجید، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کے امر سے لکھے گئے نسخۂ قرآن، مسجد اقصیٰ کے منبر کے جھنڈے، قدیم غلاف اقصیٰ اور اموی و عباسی دور حکومت کے کئی متبرکات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اسلامی عجائب گھر دیکھنے کے لیے گیا، جس میں مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ کی بہت سی قدیم چیزیں موجود ہیں۔ جنّات کے زمانے کے شہتیر، کڑیاں، ستون، دیواروں میں جڑے ہوئے سنگ مرمر کے کتبے، قرآن مجید کے قلمی نسخے، مبخرے (خوشبو سلگانے کی انگیٹھی) قمقم، اعلام، سبز پوش، عہد بنی امیہ اور عہد بنی عباس کے سکے، عہد قدیم کے آلات حرب، جنگی لباس و دیگر نادر و نایاب متبرک اشیاء موجود ہیں، جن کے دیکھنے سے صدیوں پہلے اسلامی دنیا کی تہذیب و تمدن آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے[35]۔"

عیسائی اور استشراقی نظریات پر تنقید کا اسلوب

ان سفر ناموں میں رد استشراق اور عیسائیت پر بھی مواد موجود ہیں، تاہم دونوں محققین کے نشانے پر دو مختلف فرقے ہیں۔ مولانا شیر علی شاہؒ نے عیسائیوں پر تنقید کی ہے اور شام میں ان کے گرجوں میں ان کے ساتھ مختلف مباحثے اور مناظرے کئے ہیں۔ جس کا تذکرہ اس سفر نامے میں موجود ہے۔ جب کہ مولانا مودودیؒ نے مستشرقین کو اپنا ہدف بنایا ہے اور ارض قرآن کے حوالے سے ان کے نظریات کی تردید کی ہے۔ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کلیسا جسمانیہ میں عیسائی پادری سے مباحثے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کلیسا جسمانیہ سے باہر آکر ایک پادری نے ہم سے پوچھا کہ آپ مسیحی ہیں (میرے ساتھ آسام کے رفقاء تھے) میں نے جواب دیا، ہم اس پیغمبر کی امت میں سے ہیں، جس کی تشریف آوری کی بشارت صاحب روضہ کے بیٹے مسیح علیہ السلام نے دی تھی۔ اس نے کہا کہ مسیح اور مریم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ میں نے اس کو کہا کہ قرآن پاک کی یہ آیتیں سنیئے، میں نے سورہ مریم کا دوسرا رکوع واذکر فی الکتاب مریم آخر تک تلاوت کیا وہ پادری سنتا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے مکمل رکوع تلاوت کرنے کے بعد کہا، ہم عیسی علیہ السلام کو خدا کا بندہ اور رسول مانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا ہے۔ اس نے کہا کہ تم مریم اور مسیح کے ساتھ اتنی بے پناہ محبت رکھتے ہوئے پھر بھی اس کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ پادری غصہ میں تھا، چلا کر بولا مسیح خدا کا بیٹا تھا اور اس کو یہودیوں نے سولی پر قتل کر دیا تھا اور کنیسۃ القیامہ میں آپ کی قبر ہے۔ میں نے جوابات دیئے، اس نے کہا کہ بغیر باپ کے کس طرح بیٹا پیدا ہو سکتا ہے، میں نے کہا: اس کا جواب تو قرآن مجید نے دیا ہے کہ ان مثل

عیسٰی عنداللہ کمثل آدم۔ عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا آدم جیسا ہے کہ ان کو بن باپ اور بن ماں پیدا کیا گیا۔ اس دوٹوک اور سادہ مثال پر وہ قانع نہ ہوا تو میں نے الزامی طور پر اسے ایک عالم کا قول پیش کیا کہ اچھا اگر ایسا ہی ضروری ہے تو (معاذاللہ) پھر دادا کون ہے؟ اس پر وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے چلا گیا[36]۔"

مستشرقین مقامات قرآن اور مقامات بائبل پر تحقیق کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے مختلف مقامات کی کھدائی کر کے آثار قدیمہ سے قرآنی تاریخ غلط ثابت کرنے اور بائبل کی تائید کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے، جبکہ عالمِ اسلام کے علما نے اس کے جوابات دیئے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے مستشرقین کے نظریات کو ہدف تنقید بناتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

"بعض مستشرقین نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ مدائن صالح کے آثار قوم ثمود کے آثار نہیں ہیں، بلکہ نبطیوں ہی کے آثار ہیں، اور یہ کہ قرآن نے انہیں جو قوم ثمود کے آثار قرار دیا ہے غلط قرار دیا ہے۔ ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ بطرا کے آثار کس حد تک مدائن صالح کے آثار سے مماثلت یا اختلاف رکھتے ہیں، ہم نے تین چار گھنٹے پیدل چل کر بطرا کو دیکھنے میں صرف کئے، تو مدائن صالح میں قوم ثمود نے پہاڑ تراش کر مکانات بنا رکھے تھے، مگر بطرا کی تراش وخوبصورتی کے مقابلہ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ بعض باتوں میں مماثلت ضرور پائی جاتی ہے، مگر اس سے یہ دعویٰ ثابت نہیں ہوجاتا کہ مدائن صالح کے مکانات بھی نبطیوں ہی نے پہاڑوں میں تراش کر بنائے تھے[37]۔"

ارضِ قرآن کی تعین میں اختلاف رائے کا انداز

مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ نے ارضِ قرآن کے حوالے سے بعض مقامات کے تعین میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا ہے۔ مثلاً اصحاب کہف کے غار کے لئے مولانا مودودیؒ بھی گئے ہیں اور مولانا شیر علی شاہؒ بھی۔ مولانا مودودیؒ نے اس سلسلے میں افسس کے مقام کو ترجیح دی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"اکثر قدیم مفسرین اور جدید محققین نے اس غار کی جگہ ترکی کے شہر ازمیرے کے قریب افسس بتایا ہے[38]۔"

مولانا شیر علی شاہ مدنیؒ اس غار کی تحقیق کے لئے ترکی بھی گئے ہیں۔ آپ نے ہم سے کہا کہ وہاں ایک عالم کے ساتھ میں نے عربی میں بات کی۔ وہ مدرسے کے مہتمم تھے، کئی علمی موضوعات پر بات ہوئی تو بہت متاثر ہوئے اور مجھے کہا کہ آپ یہاں ہمارے ساتھ مدرسے میں تدریس کرلیں جو تنخواہ آپ لینا چاہتے ہیں ہم دیں گے، لیکن میں نے معذرت کی۔ پھر اس کے بعد اردن گئے اور وہاں کے غار کا مشاہدہ کیا۔ دونوں مقامات کا مشاہدہ کرنے کے بعد آپ کی رائے یہ تھی کہ اردن اور ترسوس کے اقوال زیادہ صحیح معلوم ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ایک دفعہ دوران درس آپ نے فرمایا:

"اصحابِ کہف کے غار سے متعلق ایک قول ترسوس کا بھی ہے، جو ترکی میں واقع ہے۔ میں وہاں بھی گیا ہوں اور خود دیکھ کر مشاہدہ کیا ہے۔ اردن بھی گیا ہوں اور اس کو دیکھا ہے۔ اصحاب کہف کے غار کے متعلق علماء اور مفسرین کے بہت اقوال ہیں، لیکن یہ دو (ترسوس اور عمان) زیادہ قوی ہیں، ان دونوں میں سے کوئی ایک اصحابِ کہف کا غار ہے[39]۔

آپؒ درس تفسیر میں فرمایا کرتے تھے کہ ان دونوں میں سے اردن کا غار صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اور اس سلسلے میں اردن کے ایک محقق رفیق وفا الدجانی کا حوالہ دیتے تھے کہ انھوں نے تحقیق کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اصحاب کہف کا غار یہ ہے۔

دونوں سفر ناموں کے تقابل کا خلاصہ

1. مولانا مودودیؒ نے اس سفر میں جدید حالات کو مد نظر رکھ کر کیمرے اور تصاویر کا بندوبست کیا ہے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے۔
2. مولانا شیر علی شاہؒ نے یہ سفر نامہ خود ہی لکھا ہے، جب کہ مولانا مودودیؒ کا سفر نامہ اس کے معاون عاصم الحداد نے لکھا ہے۔
3. مولانا مودودیؒ نے سفر نامہ لکھ کر کتابی شکل میں شائع کرنے کا اہتمام کیا، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے لکھ کر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک میں قسط وار شائع کیا اور اب ان کی وفات کے بعد کتابی شکل میں منظر عام پر آیا ہے۔
4. مولانا مودودیؒ صرف ایک دفعہ ان مقامات کے مشاہدے کے لئے گئے تھے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ کئی دفعہ گئے اور سعودی عرب میں تو سترہ سال قیام کر کے ایک ایک مقام کا قریب سے مشاہدہ کیا۔
5. عرب کے تمدن کی جو عکاسی مولانا شیر علی شاہؒ نے کی ہے مولانا مودودیؒ اس سے قاصر رہے، کیونکہ مولانا وہاں کئی عرصہ تک مقیم رہے، جس کی وجہ سے ان کے عادات واطوار سے بخوبی واقف تھے۔
6. عرب کی مہمان نوازی پر دونوں محققین نے بات کی ہے، تاہم مولانا مودودیؒ چونکہ شاہی مہمان تھے اس لئے وہ زیادہ تر شاہی مہمان خانوں اور ان کی مہمان نوازی کا تذکرہ کرتے ہیں، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ عام عربوں کی مہمان نوازی اور ان کے ہوٹلوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔
7. عرب کے عادات اور خوش اخلاقی پر دونوں محققین کا منہج ایک ہے، البتہ مختلف علاقوں کے لوگوں کی خیر مقدمی اور استقبالی کے لئے کلمات ایک دوسرے سے مختلف بیان کیے ہے۔
8. مولانا شیر علی شاہؒ نے عرب کے ہوٹلوں اور مسافر خانوں کے احوال بیان کئے، جب کہ مولانا مودودیؒ نے عرب کے شاہی مہمان خانوں اور شاہی کھانوں کا تذکرہ کیا ہے۔

9. مولانا مودودیؒ نے عربوں پر مغربی اثرات کی روداد بیان کی ہے، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ نے عربوں کے مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کا رونا رویا ہے۔

10. مولانا شیر علی شاہؒ نے عرب میڈیا کے احوال بیان کئے ہیں، جب کہ مولانا مودودیؒ نے عملاً ان کی میڈیا کو انٹرویوز دیئے جو انھوں نے نشر کئے۔

11. مولانا مودودیؒ اور مولانا شیر علی شاہؒ دونوں عرب کے مشہور علمی اور سیاسی شخصیات سے ملے، تاہم مولانا مودودیؒ کے حصے میں جس قدر زیادہ اہم شخصیات سے ملاقات کا موقع ملا مولانا شیر علی شاہؒ اس سے قاصر رہے۔

12. دونوں حضرات نے ارض قرآن کے مختلف عجائب گھروں کا مشاہدہ کیا، تاہم مولانا شیر علی شاہؒ نے عجائب گھروں میں موجود آثار کا تفصیلی تذکرہ کیا اور مولانا مودودیؒ نے مختصراً بیان کیا ہے۔

13. مولانا شیر علی شاہؒ نے اس سفرنامے میں عیسائی عقائد کی تردید اور شام کے عیسائیوں سے مختلف مناظروں کا تذکرہ کیا ہے، جب کہ مولانا مودودیؒ نے اس سفرنامے میں جابجا مستشرقین کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

14. مختلف مقامات کے تعین میں دونوں محققین کی آراء میں اختلاف نظر آتا ہے، مثلاً مولانا مودودیؒ اصحاب کہف کے غار کے حوالے سے افسس کے قول کو ترجیح دیتے ہیں، جب کہ مولانا شیر علی شاہؒ اردن کو ترجیح دیتے ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

1 ندوی، علامہ سید سلیمان، مقدمہ تاریخ ارض القران (کراچی: مجلسِ نشریات (س-ن) ص:13

2 سعید الحق جدون وبخت شید، شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنی: حیات وخدمات (صوابی: الارشاد اکیڈمی، 2018ء) 2: 71

3 نفس مصدر 2: 69

4 مقدمہ تفسیر حسن بصری، تحقیق ومراجعت دکتور شیر علی شاہ، ص:5

5 حافظ ظفر زمان حقانی، کاروان حقانیہ (اکوڑہ خٹک: موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ (س-ن) ص: 33

6 مولانا سمیع الحق، خطباتِ مشاہیر (اکوڑہ خٹک: موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ، اپریل 2015ء) 6: 36

7 حافظ محمد طیب حقانی، گنجینہ علم وعرفان، افادات مولانا ڈکٹر شیر علی شاہ (نوشہرہ: القاسم اکیڈمی، 2009ء) ص: 60

8 قلمی نسخہ خودنوشت سوانح حیات، شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہ، ص:11

9 نفس مصدر، ص: 21

10 قلمی نسخہ خودنوشت سوانح حیات، مولانا شیر علی شاہ، ص: ب

11 محمد اعجاز مصطفی، مولانا شیر علی شاہ کی رحلت (کراچی: جامعہ بنوری ٹاون، دسمبر 2015ء)، بینات، ج: 79، شمارہ: 2، ص: 3

12 شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنیؒ: حیات وخدمات، ص:301

13 قلمی نسخہ خودنوشت سوانح حیات، شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ، ص: ب

14 نفس مصدر، ص:3

15 قلمی نسخہ خودنوشت سوانح حیات، شیخ الحدیث مولانا شیر علی شاہؒ، ص: ب

16 شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ مدنیؒ: حیات وخدمات 1 :301

17 نفس مصدر2: 463

18 مودودی، مولانا ابوالاعلی، سفرنامہ ارض قرآن (لاہور: الفیصل ناشران لاہور (س-ن) ص:752

19 نفس مصدر65

20 سفرنامہ ارض قرآن: 66

21 چند دن مسجد اقصی کی فضاؤں میں :22

22 سفرنامہ ارض قرآن، 77

23 چند دن مسجد اقصی کی فضاؤں میں:28

24 سفرنامہ ارض قرآن:78

25 چند دن مسجد اقصی کی فضاؤں میں :21

26 نفس مصدر :27

27 سفرنامہ ارض قرآن :48

28 نفس مصدر ص: 55

29 چند دن مسجد اقصی کی فضاؤں میں:37

30 نفس مصدر:38

31 سفرنامہ ارض قرآن: 184

32 نفس مصدر: 57

33 چند دن مسجد اقصی کی فضاؤں میں:31

34 سفرنامہ ارض قرآن: 199

35 چند دن مسجد اقصی کی فضاؤں میں: 29

36 نفس مصدر:32

37 سفرنامہ ارض قرآن: 180

38 نفس مصدر: 203

39 سعید الحق جدون، مولانا سید شیر علی شاہ مدنی کی درسگاہ میں (پشاور: مکتبہ رشیدیہ، اپریل 2014ء) ص:199